545

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمْ

تبرکات کی اہمیت

از

محمد سعید احمد اسعد

ناشر مکتبہ سعیدیہ رضویہ
محمد اکرم سعید جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد
041-2658646,0300-7673260

نام کتاب .... تبرکات کی اہمیت

مصنف .... محمد سعید احمد اسعد

کمپوزنگ .... حافظ محمد ثاقب
0321-665 9599

قیمت ....

ناشر

مکتبہ سعیدیہ رضویہ

جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

041-2658646,0300-7673260

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعائر اللہ کی تعظیم

بعض لوگ مسلمانوں کو اللہ والوں کا ادب واحترام، تعظیم وتوقیر کرتے دیکھ کر فوراً شرک سازی کی مشین چلا کر "فتویٰ شرک" پیش کردیتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک اور چیز ہے اور اللہ والوں کا ادب اور چیز ہے۔

شرک کی مذمت بیان کرتے کرتے ارشاد فرمایا:

ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب۔ (پارہ ۱۷، سورۃ الحج آیت ۳۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالایا تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"یعنی شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون ہے اور خدائے واحد کا ڈر ہوگا وہ اس کے نام لگی چیزوں کا ادب ضرور کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین

توحید کے آثار میں سے ہے کہ خدا کا عاشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے جو بالخصوص اس کی طرف منسوب ہو جائے۔" (حاشیہ عثمانی صفحہ ۴۳۵)

مولانا ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم شرک نہیں بلکہ تقویٰ کی علامت ہے اور آثار توحید میں سے ہے۔ اس لئے کہ عاشق کی شان یہ ہے کہ جو چیز اس کے محبوب کی طرف منسوب ہو یا اس کی نامزد ہو یا اس کے دین کی نشانی ہو دل و جان سے اس کی تعظیم کرے۔"

(تفسیر معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۳)

مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولانا دریا آبادی لکھتے ہیں:

اوپر شرک کی مذمت بار بار ہو چکی تھی۔ اس آیت نے اسے کھول دیا کہ شرک بری چیز ہے لیکن غیر اللہ کی تعظیم بری نہیں۔ بلکہ جو چیزیں اللہ کی جانب منسوب و منتسب ہیں ان کی تعظیم و تکریم تو عین دین کا جزو ہے۔ فقہاء نے کہا کہ تعظیم غیر اللہ مستقلاً ممنوع و ناجائز ہے لیکن بلحاظ نسبت و تقرب ذات الوہیت جائز و شروع ہے۔ بعض عارفوں نے یہاں دو مسئلہ نکالے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ تقویٰ کا اصل محل

قلب ہے دوسرے یہ کہ شعائرین کی (جن کے اندر انبیاء واولیاء کے آثار بھی شامل ہیں) تعظیم حدود شرعی کے اندر خود شروع ہے۔

(تفسیر ماجدی صفحہ ۶۸۳)

قرآن حکیم سے صراحتاً معلوم ہوگیا کہ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم وتوقیر عین ایمان ہے۔ شرک ہرگز نہیں۔

شعائر جمع کثرت کا صیغہ ہے جس کا اطلاق دس اور دس سے اوپر کیلئے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی نشانیاں صرف ایک دو یا چھ نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔

صفا اور مروہ بھی اللہ کی نشانیاں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۸)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

صفا ومروہ کسی زمانہ میں مسجد الحرام کے پاس دو پہاڑیاں تھیں۔ اب معمولی بلندیاں بس نشان کی سی رہ گئی ہیں۔ صفا حرم شریف کی داہنی جانب ہے اور مروہ بائیں جانب۔ دونوں کے درمیان فاصلہ

۴۹۳ قدم کا ہے یا تقریباً ۲ فرلانگ ہے۔ (تفسیر ماجدی صفحہ ۶۰)

"حدیث صحیح میں یہ مضمون آیا ہے کہ حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل کو شیر خوارگی کے زمانہ میں خانہ کعبہ کے پاس پیاسا اور تنہا چھوڑ کر اس تلاش میں نکلی تھیں کہ کہیں کوئی قافلہ آتا جاتا نظر آجائے تو اس سے پانی ہاتھ آئے اور اس وقت اضطراب میں دوڑ کر اس پہاڑی سے اس پہاڑی پر جاتی تھیں کہ شاید بلندی سے کسی قافلہ پر نظر پڑ جائے"۔ (تفسیر ماجدی صفحہ ۶۰)

غور فرمایئے کہ اللہ کی ایک نیک بندی حضرت سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم جن پہاڑیوں پر لگ جائیں وہ پہاڑیاں بھی رب کی نشانی بن جائیں تو جہاں یہ اللہ والے خود سر سے لے کر پاؤں تک جلوہ گر ہوں گے وہ اللہ کی نشانیاں کیوں نہیں بن جائیں گی۔

ہم اہل سنت بھی اولیاء اللہ اور ان کے مزارات کا اسی لئے ادب کرتے ہیں کہ یہاں اللہ والے جلوہ گر ہیں۔

ایک جگہ ارشاد باری ہے: والبدن جعلنها لکم من شعائر اللہ۔ (پارہ ۱۷، سورۃ الحج آیت ۳۶)

ترجمہ: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے کو ہم نے تمہارے

لئے اللہ کی نشانی بنادیا۔

غور فرمایئے! قربانی کے جانوروں کو جب آپ نے اللہ کے نام پر قربان کرنے کی نیت کرلی تو آپ پر ان کا ادب واحترام لازم ہوگیا تو جن لوگوں نے اپنی ساری زندگی اللہ کے احکامات کے مطابق بسر کی ان کے ہر سانس سے اللہ اللہ نکلتا رہا ان کا ادب واحترام کیوں ضروری نہیں ہوگا۔

محبوبان خدا سے نسبت کے فوائد

بنی اسرائیل کا ایک آدمی قتل ہوا۔ قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں معاملہ عرض کیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ارشاد فرمایا۔ یہ گائے ذبح کرو۔ اور اس کا ایک حصہ (زبان یا دُم) مقتول کے جسم پر مارو تو مردہ خود زندہ ہوکر اپنے قاتل کا پتہ بتادے گا۔

خداوند قدوس اس بات کو یوں بیان فرماتا ہے: فقلنا اضربوہ

بعضها كذالك يحيى الله الموتى ويريكم آيته

لعلكم تعقلون۔ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ آیت ۷۳)

ترجمہ: تو ہم نے فرمایا کہ مارو اس مقتول کو گائے کے کسی ٹکڑے سے (دیکھا) یوں زندہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ مردوں کو اور دکھاتا ہے تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں شاید تم سمجھ جاؤ۔ (یاد رہے کہ یہ گائے اللہ کے ایک ولی کی تھی) (مظہری جلد ۱، صفحہ ۷۵)

غور فرمائیے! ایک گائے کو جب کسی مردِ صالح سے نسبت ہو جائے تو اس کے اجزاء میں خداوند قدوس اتنی برکت رکھ دیتا ہے کہ مقتول کے جسم سے لگ جائے تو مقتول زندہ ہو جائے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے ساتھ اگر کسی گنہگار کو سچی نسبت حاصل ہو جائے تو اس کا مردہ دل بھی زندہ ہو سکتا ہے۔

امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو حکم ہو رہا ہے واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی (پارہ ۱، البقرۃ ۱۲۵)

ترجمہ: اور بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

غور فرمائیے!

یوں تو سارا حرم مکہ بڑی عظمت اور شان کا مالک ہے۔ حرم مکہ میں جہاں بھی ایک نماز پڑھو خداوند قدوس اپنے فضل سے ایک لاکھ نماز کا ثواب عطا فرماتا ہے لیکن پھر بھی خاص اس مقام پر نماز پڑھنے کا

حکم ہو رہا ہے جہاں اس کے پیارے نبی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم مبارک لگے۔

خداوند قدوس نے در حقیقت یہاں ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو بزعم خویش موحد بنے بیٹھے ہیں خود ساختہ نشہ توحید میں مست ہو کر محبوبان خدا سے نیاز مندی اور عقیدت کو شرک سمجھتے ہیں۔ کہ خبردار! مجھ تک پہنچنا ہے تو میرے پیاروں کے قدموں سے لپٹنا ہوگا۔ اور یہی سچی توحید ہے۔ اگر میرے پیاروں سے نیاز مندی نہیں کرو گے تو مجھ تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں علماء دیو بند بھی ''بیہقی وقت'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اسی آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: ولا ھل الاعتبار ھھنا استنباط وھو ان فی کل مکان مکث فیہ رجل من اھل اللّٰہ تعالیٰ حینا من الدھر ینزل ھناك برکات من السمآء وسکینۃ تجذب القلوب الی اللّٰہ تعالیٰ ویتضاعف ھناك اجر الحسنات وکذا وزر السیئاٰت۔ (مظہری جلد ا، صفحہ ۱۲۸)

ترجمہ: بزرگان دین یہاں سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ جس جگہ اولیاء اللہ میں سے کوئی شخص ایک ساعت بھی رہا ہو وہاں آسمان سے تبرکات اور سکینۃ اترتی ہے اور اس کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف دل کھنچتے ہیں اور وہاں نیک کام پر جیسے اجر زیادہ ملتا ہے ویسے ہی وہاں گناہ کرنے پر عذاب بھی دگنا لکھا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ

جہاں اولیاء اللہ نے ایک قلیل مدت گذاری ہو وہاں اللہ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ تو جن مزارات میں اولیاء اللہ قیامت تک مدفون رہیں گے وہاں خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا حساب کون لگا سکتا ہے۔ قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا۔ (پارہ ۱۵، الکھف ۲۱)

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا جو اپنے کام پر غالب رہے قسم ہے ہم ان کے پاس ضرور مسجد بنائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مشہور دیوبندی مفسر مولوی ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

بالآخر جو لوگ اپنی بات میں غالب رہے یعنی بیدروس اور اس

کے احباب تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنائیں گے۔ یعنی ایک عبادت خانہ بنائیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ خدائے وحدہٗ لاشریک کے عبادت گذار بندے تھے معبود نہ تھے، موحد تھے مشرک نہ تھے۔ اور ان کی عبادت کے مناسب بھی یہی ہے کہ ان کی یادگار میں مسجد یعنی عبادت خانہ بنا دیا جائے۔ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور قبروں کے قریب مسجد بنانا جائز ہے۔ معاذ اللہ مسجد بنانے سے یہ غرض نہ تھی کہ لوگ ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کریں بلکہ غرض یہ تھی کہ صالحین کے قرب وجوار میں ایک عبادت خانہ بنا دیا جائے۔ تاکہ لوگ ان کی طرح عبادت کیا کریں اور وہاں نمازیں پڑھا کریں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں اور جس طرح اہل کہف بعث ونشور اور قیامت کے قائل تھے اسی طرح لوگوں کو چاہئے کہ مسجد میں حاضر ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور آخرت کی تیاری کریں۔ اہل کہف کے ظاہر ہونے پر مومنین غالب ہوئے جو حشر ونشر اور قیامت کے قائل تھے اس لئے ان کی رائے یہ ہوئی کہ ان کی یاد میں مسجد بنا دی جائے جو آخرت کا بازار ہے عبادت گذار بندوں کی یادگار میں ان کے قریب مسجد بنانا مناسب

ہے جس میں دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی رہے۔

(تفسیر معارف القرآن جلد۴، صفحہ ۴۰۵)

آپ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر مشہور دیوبندی عالم کے قلم سے ملاحظہ فرمائی ہے جس سے آپ پر بخوبی واضح ہوگیا کہ محبوبان خدا کے مزارات کے قرب میں مسجد بنانا باعث برکت ہے۔

امام نسفی جو کہ تفسیر، عقائد، فقہ کے امام ہیں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مشہور معاند مولوی غلام اللہ خاں بھی لکھتے ہیں:

''مگر مسلمانوں نے جو اپنے مشن میں غالب ہوئے تھے۔ کہا ہم تو غار پر مسجد بنا کر اس میں اللہ کی عبادت کریں گے اصحاب کہف سے اور ان کی جگہ سے تبرک حاصل کریں گے اور اس کے ذریعہ سے ان کے آثار ونشانات کی یادگار قائم کریں گے۔''

يصلى فيه المسلمون ويتبركون بهم

(مظہری جلد ۶ صفحہ ۲۳)

يصلى فيه المسلمون ويتبركون بمكانهم

(مدارک جلد ۳ صفحہ ۶)

لنتخذن علیهم مسجدا نعبد اللّٰہ فیہ

ونستبقی آثار اصحاب الکھف بسبب ذٰلک

المسجد (کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۷) (جواہر القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۵۶)

لیکن مودودی صاحب نے بالکل مختلف تفسیر کی ہے وہ بھی

ملاحظہ ہو:

مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا بالکل الٹا مفہوم لیا ہے۔ وہ اسے دلیل ٹھہرا کر مقابر صلحاء پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہاں قرآن ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ کرر ہا ہے کہ جو نشانی ان ظالموں کو بعث بعد الموت اور امکان آخرت کا یقین دلانے کیلئے دکھائی گئی تھی اسے انہوں نے ارتکاب شرک کیلئے ایک خداداد موقع سمجھا اور خیال کیا کہ چلو کچھ اور ولی پوجا پاٹ کیلئے ہاتھ آگئے پھر آخر اس آیت سے قبور صالحین پر مسجدیں بنانے کیلئے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس کی نہی میں موجود ہیں۔

لعن اللّٰہ زائرات القبور والمتخذین علیھا

المساجد والسرج۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

اللہ نے لعنت فرمائی ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں
اور قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغ روشن کرنے والوں پر۔

الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور
انبیائھم مساجد فانی انھٰکم عن ذالك (مسلم)

خبردار رہو! تم سے پہلے لوگ انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ
بنالیتے تھے۔ میں تمہیں اس حرکت سے منع کرتا ہوں۔

لعن اللہ تعالیٰ الیھود والنصاریٰ اتخذوا
قبور انبیائھم مساجدا۔

(احمد، بخاری، مسلم، نسائی)

ترجمہ: اللہ نے لعنت فرمائی یہود اور نصاریٰ پر انہوں نے اپنے انبیاء
کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔

ان اولئك اذا کان فیھم الرجل الصالح
فمات بنوا علیٰ قبرہٖ مسجدا وصوروا فیہ تلك
الصور اولئك شرار الخلق یوم القیامۃ۔

(احمد، بخاری، مسلم، نسائی)

ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ اگر ان میں کوئی مرد صالح ہوتا تو اس

کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر مسجدیں بناتے اور اس کی تصویریں تیار کرتے تھے۔ یہ قیامت کے روز بدترین مخلوقات ہوں گے۔

نبی ﷺ کی ان تصریحات کی موجودگی میں کون خدا ترس آدمی یہ جرأت کرسکتا ہے کہ قرآن مجید میں عیسائی پادریوں اور رومی حکمرانوں کے جس گمراہانہ فعل کا حکایۃً ذکر کیا گیا ہے اس کو ٹھیک وہی فعل کرنے کیلئے دلیل و حجت ٹھہرائے؟ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۸)

مودودی صاحب نے یہاں شدید ٹھوکر کھائی ہے ملاحظہ ہو:

۱) جن لوگوں نے مسجد بنانے کی رائے ظاہر کی تھی مودودی نے انہیں گمراہ اور شرک کا مرتکب قرار دیا ہے۔ حالانکہ

الف: مشرکین مساجد کی تعمیر نہیں کرتے تھے۔

ب: جلیل القدر مفسرین تصریح فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔

مدارک میں ہے: من المسلمین وملکھم

(تفسیر مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور)

ترجمہ: یہ لوگ مسلمانوں میں سے تھے (انہوں نے بھی کہا) اور ان کے بادشاہ نے بھی۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان بعضھم قال: الاولیٰ ان لیسد باب الکھف، ان الکفار قالوا: انھم کانوا علیٰ دیننا فنتخذ علیھم بنیانا، والمسلمون قالوا کانوا علیٰ دیننا فنتخذ علیھم مسجدا۔

(تفسیر کبیر جلد ۲۱، صفحہ ۱۰۵، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: کافروں نے کہا کہ اصحاب کہف ہمارے دین پر تھے اس لئے یہاں ہم عمارت بنائیں گے۔ مسلمانوں نے کہا کہ یہ ہمارے دین پر تھے اس لئے ہم یہاں مسجد بنائیں گے۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں:

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم یہاں مسجد بنائیں گے اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ عارف باللہ تھے اور عبادت و نماز کے معترف تھے۔ وھذا القول یدل علیٰ ان اولئك الاقوام کانوا عارفین باللّٰہ معترفین بالعبادۃ والصلوٰۃ۔

(تفسیر کبیر جلد ۲۱، صفحہ ۱۰۵)

تفسیر جلالین میں ہے:

وھم المومنون۔ یہ لوگ مومن تھے۔

(جلالین علی ہامش الجمل جلد۳، صفحہ ۱۶، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا کہ ہم یہاں لوگوں کے نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنائیں گے کیونکہ یہ اصحاب کہف ہمارے دین پر تھے۔

مفسرین کرام کی تصریحات سے اور بالخصوص صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تصریح سے واضح ہوگیا کہ مسجد بنانے والے مسلمان تھے۔ شرک کے مرتکب اور گمراہ نہ تھے۔ اب ہم یہاں مودودی صاحب ہی کے ایک سابق ساتھی امین احسن اصلاحی صاحب کی تصریح بھی پیش کر دیتے ہیں تاکہ مسئلہ میں کسی قسم کا ابہام نہ رہ جائے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں ان لوگوں کی یادگار کو مسجد سے تعبیر کرکے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ یہ موحد اور خدا پرست لوگ تھے اس وجہ سے انہوں نے خدا کی عبادت کا گھر بنایا" (تدبر قرآن جلد۴ صفحہ ۵۷۵)

ج: مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن ان لوگوں کی گمراہی کی

طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یہ بھی سراسر غلط اور قرآن فہمی سے نا آشنائی کا ثبوت ہے۔ مودودی صاحب تو انتقال کر چکے ہیں ان کے متبعین ہی ہمیں وہ لفظ تو بتا دیں جس میں مسجد کی تعمیر کرنیوالوں کی گمراہی کی طرف اشارہ ہو۔

۲) مودودی صاحب نے لکھا:

"مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا بالکل الٹا مفہوم لیا ہے وہ اسے دلیل ٹھہرا کر مقابر صلحاء پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں"

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

کسی ایک مسلمان مفسر نے بھی قبر پر مسجد بنانے یا قبر کو سجدہ گاہ بنانے کو جائز قرار نہیں دیا۔ یہ بھی مسلمان مفسرین پر اختراء ہے۔ ہاں قبر کے پڑوس میں مسجد بنانا الگ مسئلہ ہے۔ اور قبر پر مسجد بنانا الگ مسئلہ ہے۔ جس میں مودودی صاحب فرق نہیں کر سکے۔

۳) مودودی صاحب نے چار احادیث مبارکہ بھی نقل کی ہیں جو یقیناً حق ہیں الحمدللہ ہم اہل سنت ان پر عامل بھی ہیں کسی ایک قبر کو سجدہ گاہ بنانا حرام اور موجب لعنت سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ قبر

کے قریب بھی مسجد بنانا حرام ہے۔

مشہور دیوبندی مفسر مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:ن

مسئلہ! ''اس واقعہ سے اتنا معلوم ہوا کہ اولیاء صلحاء کی قبور کے پاس نماز کیلئے مسجد بنا دینا کوئی گناہ نہیں اور جس حدیث میں قبور انبیاء کو مسجد بنانے والوں پر لعنت کے الفاظ آئے ہیں، اس سے مراد خود قبور کو سجدہ گاہ بنا دینا ہے۔ جو بالاتفاق شرک وحرام ہے''۔

(تفسیر معارف القرآن جلد ۵، صفحہ ۵۶۵)

بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھٰذہ الآیۃ تدل علٰی جواز بناء المسجد لیصلی فیه عند مقابر اولیاء اللّٰه قصدا للتبرك بهم۔

(تفسیر مظہری جلد ۶، صفحہ ۲۳)

ترجمہ: یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ اولیاء اللہ کے مزارات کے قریب ان سے برکت کا مقصد کرتے ہوئے نماز کیلئے مسجد بنانا جائز ہے۔

اس کے بعد حضرت قاضی صاحب مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث مبارکہ نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

ولا دلالة لها علی کراهة بناء المسجد

لقرب منها ومعنی اتخذوا قبور انبیائهم مساجد

انهم لیسجدون الی القبور کما هو صریح فی

حدیث ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ ﷺ

ولا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها۔

(رواہ مسلم، تفسیر مظہری جلد ۶ صفحہ ۲۴)

ترجمہ: یہ احادیث اس بات پر قطعاً دلالت نہیں کرتیں کہ مزارات کے قریب مسجد کی تعمیر منع ہے۔ اور حدیث مبارکہ جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اس حدیث کا معنی یہ۔ ہے کہ انہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرتے تھے۔

اس معنی کی تصریح حضرت ابو مرثد الغنوی کی وہ حدیث کرتی ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف نماز پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قوی امید ہے کہ آپ پر مودودی صاحب کی غلطی اچھی طرح واضح ہوگئی ہوگی۔

۴) نیز غور فرمایئے کہ!

مسجد نبوی شریف بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار کے قرب میں واقع ہے۔ کیا یہاں بھی نماز پڑھنے والوں پر معاذ اللہ لعنت پڑتی ہے؟ یا یہاں نماز پڑھنے والوں کی نمازیں بہت زیادہ اجر رکھتی ہیں۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں:

الا تریٰ ان مرقد اسماعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ جلد۲ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ ملتان)

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار پرانوار مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے۔ پھر اسی مسجد میں نماز ادا کرنا سب مساجد سے افضل ہے۔

اب کیا فرماتے ہیں مودودی صاحب کے متبعین اس مسئلہ میں کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر انور کی وجہ سے مسجد حرام میں نماز پڑھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہو گی یا ایک نماز کے بدلہ میں ایک لاکھ

نماز کا اجر ملے گا؟

حضرت سیدنا شموئیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ نے قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ قوم نے اسے بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی بادشاہت کی کوئی نشانی طلب کی تو اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا:

ان آیة ملکه ان یأتیکم التابوت فیه سکینة
من ربکم وبقیة مما ترك آل موسیٰ وآل هارون
تحمله الملائکة ان فی ذالك لآیة لکم ان
کنتم مؤمنین۔ (پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۸)

ترجمہ: بے شک اس کی سلطنت کی نشانی تمہارے پاس صندوق کا آنا ہے۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے (دلوں کا) سکون ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان (اشیاء) میں سے جو (معظم) موسیٰ اور (مکرم) ہارون نے چھوڑیں۔ اٹھائے ہوئے ہونگے اسے فرشتے بے شک اس میں تمہارے لئے ضرور (بڑی) نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

یہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تھا اس میں تورات مقدس کی

کچھ تختیاں، موسیٰ علیہ السلام کا عصا، کپڑے اور نعلین شریف، ہارون علیہ السلام کا عمامہ، عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا۔ یہ تمام چیزیں اسی صندوق میں موجود تھیں۔ بنی اسرائیل جنگ کے موقع پر اس صندوق کو اپنے آگے رکھا کرتے تھے اور فتح حاصل کرتے تھے۔ بعد میں بنی اسرائیل میں جب بدعملی حد سے آگے بڑھ گئی تو ان پر قوم عمالقہ مسلط ہو گئی۔ جو اسرائیلیوں سے یہ تابوت بھی چھین کر لے گئی۔ اس کو بے حرمتی سے گندی جگہ پر رکھا۔ اس گستاخی کی وجہ سے عمالقہ سخت بیماریوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے جو کوئی اس کے پاس پیشاب کرتا یا تھوکتا وہ بواسیر میں مبتلا ہو جاتا۔ عمالقہ کی پانچ بستیاں بھی تباہ ہو گئیں۔ تب انہیں یقین ہوا کہ یہ مصیبتیں تابوت کی بے ادبی کی وجہ سے ہیں۔ اسی بابرکت صندوق کی واپسی طالوت کی بادشاہت کی نشانی بنا۔

معلوم ہوا کہ جس چیز کا تعلق اللہ والوں کے ساتھ ہو جائے اس کی برکت سے بگڑے ہوئے کام بھی بن جاتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:

"بعض اہل طریق نے کہا ہے کہ اولیاء اللہ کے احترام کا جو

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَآ اقسم بھذا البلد۔

وانت حل بھذا البلد۔ (پارہ ۳۰، سورۃ البلد آیت ۱،۲)

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر کی اس حال میں کہ (اے محبوب) آپ اس شہر میں جلوہ فرما ہیں۔

معلوم ہوا شہر مبارک کا تعلق نبی کریم رؤوف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہوا تو شہر مبارک بھی "اللہ کا پیارا" بن گیا۔

(۶) مجاہدین کے گھوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

والعادیات ضبحا۔ (پارہ ۳۰، سورۃ العادیات)

ترجمہ: قسم ان (گھوڑوں) کی جو میدان جہاد میں تیزی سے دوڑتے ہیں۔ زور سے ہانپتے ہوئے۔

اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی فرماتے ہیں:

غازی کی شان بہت اعلیٰ ہے کہ رب نے ان کے گھوڑوں، بلکہ گھوڑوں کی سانس، ٹاپ، غبار وغیرہ کی قسم ارشاد فرمائی۔ تیسرے یہ کہ جب غازی کے گھوڑے نے اپنی پشت پر غازی کو لیا تو اس کی شان اونچی ہوگئی تو جب ابوبکر صدیق نے ہجرت کی، رات جناب مصطفےٰ کو اپنے کندھے پر لیا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام صہباء

پر ڈال دیا اسی وقت بینائی لوٹ آئی۔

یہاں بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ جنتی کرتہ تھا۔ لیکن مشہور دیوبندی عالم مفتی محمد شفیع صاحب حضرت مجدد صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اور حضرت مجدد الف ثانی کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال اور ان کا وجود خود جنت ہی کی ایک چیز تھی۔ اس لئے ان کے جسم سے متصل ہونے والے ہر کرُتے میں یہ خاصیت ہوسکتی ہے۔ (مظہری) (معارف القرآن جلد۵ صفحہ ۱۳۰)

۳) سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ بعد میں سامری نے بنی اسرائیل سے سونا چاندی جواہرات لے کر ایک نہایت خوبصورت بچھڑا بنا دیا۔ پھر اپنی طرف سے ایک چیز نکال کر بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ جس سے بچھڑے میں حیات پیدا ہوگئی۔ اور بچھڑا بولنے لگ گیا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا یہی تمہارا خدا ہے اسے ہی پوجو۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ صرف سونے کا بچھڑا بول نہیں سکتا یہ واقعی ہمارا، معبود ہے بول رہا ہے۔ بچھڑے کی عبادت شروع کردی۔ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا!

اے بد بخت تو نے اس بچھڑے کو کس طرح زندہ کر دیا تو وہ بولا

بصرت بما لم یبصروا بہ فقبضت قبضۃ من اثر

الرسول فنبذتھا۔ (پارہ ۱۶، سورۃ طٰہٰ آیت ۹۶)

ترجمہ: میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی بھر لی فرشتہ کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا۔

اس کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

رسول سے مراد اس جگہ فرستادہ خداوندی حضرت جبرائیل امین ہیں۔ سامری کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ جبرئیل امین کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پر پڑتا ہے وہاں کی مٹی میں حیات و زندگی کے خاص اثرات ہونگے۔ یہ مٹی اٹھالی جاوے اس نے نشان قدم کی مٹی اٹھالی یہ بات حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے:

القی فی روعہ انہٗ لا یلقیھا علٰی شئی ء فیقول

کن کذا الا کان یعنی سامری کے دل میں خود بخود یہ بات پیدا ہوئی کہ نشان قدم کی اس مٹی کو جس چیز پر ڈال کر کہا جائے گا کہ فلاں چیز بن جا تو وہی چیز بن جائے گی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سامری نے گھوڑے کے نشان قدم کا یہ اثر مشاہدہ کیا کہ جس جگہ قدم

پڑتا وہیں سبزہ فوراً نمودار ہو جاتا تھا۔ جس سے یہ استدلال کیا کہ اس مٹی میں آثار حیات ہیں کذا فی الکمالین اسی تفسیر کو روح المعانی میں صحابہ وتابعین اور جمہور مفسرین سے منقول کیا ہے اور اس میں آجکل ظاہر پرست لوگوں نے جو شبہات نکالے ہیں ان سب کا جواب دیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء (بیان القرآن)

(معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۴۴)

مولانا شبیر احمد عثمانی یہی تفسیر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"(تنبیہ) آیت کی جو تفسیر اوپر بیان ہوئی ہے صحابہ وتابعین علماء و مفسرین سے یہی منقول ہے بعض زائغین نے اس پر جو طعن کئے ہیں اور آیت کے دور از صواب تاویلیں کی ہیں ان کا کافی جواب صاحب روح المعانی نے دیا ہے یہاں اس قدر بسط کا موقع نہیں۔" من شاء فلیراجعہ۔ (حاشیہ عثمانی صفحہ ۴۱۲)

معلوم ہوا کہ

اگر سیدنا جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدموں سے لگنے والی مٹی اتنا اثر رکھتی ہے کہ سونے چاندی کے بنے ہوئے بچھڑے میں آثار حیات پیدا ہو جائیں تو یہ ماننے میں بھی کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے

کہ محبوبان خدا کے قدموں کی برکت سے خداوند قدوس کا فضل شامل حال ہوتا ہے۔

۴) سیدنا موسیٰ وخضر علیہما السلام کے قصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک دیوار جو گرنے کے قریب تھی کو سیدھا کر دیا۔ پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

واما الجدار فکان لغلٰمین یتیمین فی المدینة وکان تحتهٗ کنز لهما وکان ابوهما صالحا۔ (پارہ ۱۶، الکھف آیت ۸۲)

ترجمہ: اور دیوار جو تھی وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور ان کا باپ نیک تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ہم بلاتبصرہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ لکھتے ہیں:

وکان ابوهما صالحا۔ اس میں اشارہ ہے کہ یتیم بچوں کیلئے مدفون خزانے کی حفاظت کا سامان بذریعہ خضر علیہ السلام اس لئے کرایا گیا تھا کہ ان یتیم بچوں کا باپ کوئی مرد صالح اللہ کے نزدیک مقبول تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد پوری کرنے اور اس کی

اولاد کو فائدہ پہنچانے کا یہ انتظام فرمایا۔

محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کی نیکی اور صالحیت کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے خاندان کی اور اس کے آس پاس کے مکانات کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (مظہری)

قرطبی میں ہے کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس شہر اور پورے علاقے کیلئے امان ہوں، جب ان کی وفات ہوگئی تو ان کے دفن ہوتے ہی کفار دیلم نے دریائے دجلا عبور کر کے بغداد پر قبضہ کرلیا، اس وقت لوگوں کی زبان پر یہ تھا کہ ہم پر دوہری مصیبت ہے یعنی شبلی کی وفات اور دیلم کا قبضہ۔

(قرطبی جلد ۱۱ صفحہ ۲۹)

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لوگوں کو بھی علماء وصلحاء کی اولاد کی رعایت اور ان پر شفقت کرنی چاہئے جب تک کہ وہ بالکل ہی کفر وفسق وفجور میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(تفسیر معارف القرآن جلد ۵، صفحہ ۶۱۰)

مولانا تھانوی کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:

"مال کے غیبی تحفظ میں دخل والدین کی صالحیت کو بھی تھا۔"

اس سے علماء محققین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ والدین کی صالحیت اولاد کو فائدہ پہنچاتی ہے بشرطیکہ اولاد خود بھی صالح ہو اور پسر نوح کی سی نہ ہو۔

فیہ دلالۃ علی ان اللّٰہ یحفظ الاولاد لصلاح الآباء (حصاص) فیہ دلیل علی ان الرجل الصالح یحفظ فی ذریتہ وتشمل برکۃ عبادتہ لھم فی الدنیا والآخرۃ (ابن کثیر) یدل علی ان صلاح الآباء یفید العنایۃ باحوال الابناء۔

(کبیر) (تفسیر ماجدی صفحہ ۶۱۸)

(نوٹ) خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو جو گرنے کے قریب تھی صرف ہاتھ لگا کر سیدھا کر دیا تھا۔ (معالم التنزیل وخازن جلد ۴، صفحہ ۲۲۶، ابن جریر جلد ۱۶، صفحہ ۱۸۷، ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۹۸)

یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوبان خدا کے ہاتھ کے اشارے سے بھی گرتی ہوئی دیواریں سیدھی ہو جاتی ہیں۔

۵) جن چیزوں کا تعلق محبوبان خدا سے ہو جاتا ہے وہ چیزیں بھی خدا کی پیاری بن جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی قسمیں بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَآ اقسم بھذا البلد۔
وانت حل بھذا البلد۔ (پارہ ۳۰، سورۃ البلد آیت ۱،۲)

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر کی اس حال میں کہ (اے محبوب) آپ اس شہر میں جلوہ فرما ہیں۔

معلوم ہوا شہر مبارک کا تعلق نبی کریم رؤوف رحیم ﷺ کی ذات اقدس سے ہوا تو شہر مبارک بھی "اللہ کا پیارا" بن گیا۔

(۶) مجاہدین کے گھوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

والعادیات ضبحا۔ (پارہ ۳۰، سورۃ العادیات)

ترجمہ: قسم ان (گھوڑوں) کی جو میدان جہاد میں تیزی سے دوڑتے ہیں۔ زور سے ہانپتے ہوئے۔

اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی فرماتے ہیں:
غازی کی شان بہت اعلیٰ ہے کہ رب نے ان کے گھوڑوں، بلکہ گھوڑوں کی سانس، ٹاپ، غبار وغیرہ کی قسم ارشاد فرمائی۔ تیسرے یہ کہ جب غازی کے گھوڑے نے اپنی پشت پر غازی کو لیا تو اس کی شان اونچی ہوگئی تو جب ابوبکر صدیق نے ہجرت کی، رات جناب مصطفٰے کو اپنے کندھے پر لیا اور علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو مقام صہباء

میں اپنے زانو پر سلایا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی وفات کے وقت حضور ﷺ کا سر مبارک اپنے سینہ پر لیا، بلکہ وہ آمنہ خاتون و حلیمہ دائی جنہوں نے حضور کو اپنی گودوں میں کھلایا ان کی کیا شان ہوگی۔ چوتھے یہ کہ جب غازی کے گھوڑے کی سانس بھی برکت والی ہے کہ اس کی قسم ارشاد ہوئی۔ تو ذاکر کی سانس بھی برکت والی ہے جس سے شفاء ہوتی ہے۔ (حاشیہ قرآن حکیم بنام تفسیر نور العرفان صفحہ ۹۸۲)

قرآن حکیم کی تصریحات سے آپ پر یہ بات بخوبی واضح ہوگئی ہوگی کہ محبوبان خدا سے تعلق قائم کرنے میں دین و دنیا کی بھلائیاں ہیں۔

احادیث مبارکہ

۱) حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

ھذہ جبۃ رسول اللہ ﷺ کانت عند عائشۃ رضی اللہ عنہا فلما قبضت قبضتھا و کان رسول اللہ ﷺ یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضیٰ

نستشفی بہا۔

(مصابیح السنۃ جلد۳، صفحہ ۱۹۲، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۴ مسلم شریف جلد۲، صفحہ ۱۹۰)

ترجمہ: یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے یہ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھا۔ ان کے وصال کے بعد یہ جبہ میں نے حاصل کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ ہم اس جبہ کو بیماروں کیلئے دھوتے ہیں۔ اس کی برکت سے ہم شفا حاصل کرتے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فی هذا الحدیث دلیل علی استجاب التبرک بآثار الصالحین وثیابهم۔ (نووی علی المسلم جلد۲، صفحہ ۱۹۱)

ترجمہ: اس حدیث میں دلیل ہے کہ بزرگوں کے کپڑوں اور نشانات سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔

امام ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(فنحن نغسلها للمرضی) ونسقی ماء غسیلها لهم (نستشفی بها) ای بمائها او بالجبة نفسها بوضعها علی الرأس والعین والتبرک بلمس الید وتقبیل الشفتین۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۸، صفحہ ۲۴۲)

ترجمہ: ہم اس کو بیماروں کیلئے دھوتی ہیں اور ان کو اس جبہ کا دھوون پلاتی ہیں ہم اس جبہ سے شفاء حاصل کرتی ہیں۔ یعنی اس جبہ کے پانی کے ساتھ۔ یا جبہ ہی کے ساتھ، بایں طور کہ اس جبہ کو سر اور آنکھوں پر رکھتی ہیں تو شفاء ہو جاتی ہے۔ اور اس بابرکت جبہ کو ہاتھوں سے چھونے اور ہونٹوں سے بوسہ دینے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

۲) عن انس بن مالك قال كان رسول الله ﷺ اذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بانيتهم فيها الماء فما يؤتى باناء الا غمس يدهٗ فيه وربما جائهٗ فى الغداة البارحة فيغمس يدهٗ فيها۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۳۷، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۶، مصابیح السنہ جلد ۴ صفحہ ۵۵)

ترجمہ: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو مدینہ شریف کے خادم اپنے اپنے برتنوں میں پانی بھر کر لے آتے۔ پھر جو برتن بھی آپ کے پاس آتا اس میں آپ اپنا دست اقدس ڈال دیتے۔ اور جب کبھی سردی میں بھی اتفاق ہوتا تو آپ اس میں بھی اپنا دست اقدس ڈال دیتے۔

طریقہ چلا آرہا ہے اس کی اصل اور سند اس قصہ تابوت سے مل جاتی ہے"(تفسیر ماجدی صفحہ ۱۰۰)

مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

"بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آرہا تھا۔ اس میں تبرکات تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء کے۔ بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے تھے۔ اللہ اس کی برکت سے فتح دیتا"۔(حاشیہ عثمانی صفحہ ۵۱)

۲) حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یأت بصیرا۔ (پارہ ۱۳، سورۃ یوسف آیت ۹۳)

ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی بینائی پلٹ آئے گی۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فلما ان جاء البشیر القٰہ علیٰ وجھہٖ فارتد بصیرا۔

(پارہ ۱۳، سورۃ یوسف آیت ۹۶)

ترجمہ: پھر جب خوشی سنانے والا آیا۔ اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ

باد خال یدہ الکریمۃ وتبرکھم بشعرہ الکریم۔ (نووی علم المسلم جلد۲ صفحہ ۲۵۶)

ترجمہ: اس حدیث میں آثار صالحین سے برکت لینے کی دلیل ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے برکت حاصل کرتے تھے۔ جس برتن میں آپ اپنا دست اقدس ڈال دیتے اس سے بھی برکت حاصل کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکرم و معظم بال مبارک سے بھی۔

مشہور غیر مقلد وحید الزمان نے اس حدیث پر نووی ہی کے حوالہ سے جو حاشیہ نقل کیا ہے اس پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے وہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آثار صالحین میں سے برکت لینا درست ہے اور صحابہ آپ کے آثار شریف سے برکت لیتے تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء اور صالحین کے آثار متبرک ہیں اور ان سے برکت لینا درست ہے۔'' (ترجمہ مسلم جلد ۶ صفحہ ۳۷)

ثابت ہوا کہ بارگاہ خداوندی میں ایمان وہ ہی قبول ہے جو صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل کر حاصل کیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اهتدوا۔

(پارہ ۱، سورۃ البقرۃ ۱۳۷)

ترجمہ: پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔

الحمد للہ اہل سنت جو صالحین کے ساتھ نیاز مندانہ تعلق قائم رکھتے ہیں یہ صحابہ کی سنت ہے۔

امام بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

وکان الناس عند مرضهم یتبرکون بها ویستشفون من برکتها ویأخذون من شعرہ ویجعلونہ فی قدح من المآء فیشربون المآء الذی فیه الشعر فیحصل لهم الشفآء۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۲۲ صفحہ ۴۹)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب ارشاد فرماتے ہیں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چاندی کی ڈبیہ تھی جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک تھے۔

وکان اذا اصاب الانسان عین اوشئی

بعث الیها مخضۃ۔

جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور بیماری ہوتی تو وہ پانی کا برتن ام المؤمنین کے پاس بھیج دیتا (وہ اس میں نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک والی ڈبیہ ڈبو دیتیں)

(بخاری شریف جلد۲ صفحہ ۸۷۵)

اس حدیث کی شرح میں مشہور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے یہ نکلا کہ موئے مبارک سے برکت لینا اور بیماری یا نظر کیلئے اس کو پانی میں ڈبو کر اس کا استعمال کرنا یا پینا درست ہے۔" (تیسیر الباری شرح صحیح بخاری جلد۷، صفحہ ۵۹۷)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں جلوہ گر ہوئے۔ پھر آپ نے جمرہ پر تشریف فرما ہو کر رمی فرمائی۔ پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لا کر قربانی فرمائی پھر حجامت بنانے والے کو اپنی داہنی جانب (بالوں) کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں سے لو۔ پھر آپ نے بائیں جانب ارشاد فرمایا

ثم جعل یعطیه الناس   پھر آپ نے یہ بال مبارک صحابہ

اس حدیث کی شرح میں غیر مقلد مترجم صحاح علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

"برکت کیلئے یہ پانی لوگ پیتے یا بیماروں کو پلاتے ہوں شفا کیلئے"

(صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی مترجم جلد ۶ صفحہ ۳۷)

۳) عن انس قال لقد رأیت رسول اللہ ﷺ والحلاق یحلقہٗ واطاف بہٖ اصحابہٗ فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل۔

(مسند احمد جلد ۳، صفحہ ۱۳۷، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

ترجمہ: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حجام سرور کائنات ﷺ کی حجامت بنا رہا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے اردگرد تھے وہ چاہتے تھے کہ آپ کا کوئی بال مبارک زمین پر نہ گرے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرے۔

امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وفیہ التبرک باٰثار الصالحین وبیان ما کانت الصحابۃ علیہ من التبرک باٰثارہٖ ﷺ وتبرکھم

ہیں۔ حضرت عبیدہ کہنے لگے کہ اگر سرکار ﷺ کا ایک بال مبارک بھی میرے پاس ہوتا تو وہ مجھے پوری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے بھی محبوب تر ہوتا۔

غور فرمایئے! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین .اور سلف صالحین کس طرح سرکار دو عالم ﷺ کے موئے مبارک کو ساری دنیا کے مال ومتاع پر ترجیح دیتے تھے۔ یقیناً یہ مقدس ہستیاں سمجھتی تھیں کہ پوری دنیا کی دولت اور مال ومتاع میں اتنا نفع نہیں جتنا سرکار کے ایک موئے مبارکہ میں نفع ہے۔

اسی حدیث کی شرح میں امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

الا تری ان خالد بن الولید رضی اللہ عنہ جعل فی قلنسوتہ من شعر رسول اللہ ﷺ فکان یدخل بها فی الحرب ویستنصر ببرکتہ فسقطت عنہ یوم القیامۃ فاشتد علیها شدۃ وانکر علیہ الصحابۃ فقال انی لم افعل ذالک لقیمۃ القلنسوۃ لکن کرھت ان تقع بایدی المشرکین وفیها من شعر النبی ﷺ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۷)

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بال مبارک رکھا ہوا تھا۔ جب بھی وہ کسی جنگ میں شرکت کرتے تو اسی بال مبارک کی برکت سے فتح ونصرت پاتے۔ جنگ یمامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو آپ بڑی تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ صحابہ نے ان کے اس فعل پر تعجب کیا تو فرمانے لگے کہ میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس ٹوپی میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا بال مبارک ہے۔ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ ٹوپی مشرکوں کے ہاتھ لگ جائے۔

حضرت امام بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کو ان کی شجاعت و مہارت حرب و ضرب کی بجائے سرکار دوعالم ﷺ کے بال مبارک کی برکت کی طرف منسوب فرماتے ہیں۔

اور حضرت خالد بن ولید بھی جنگ کے میدان میں جب کہ ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ موئے مبارک والی ٹوپی کو تلاش کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! خدا تمام کلمہ گو حضرات کو یہی عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی حدیث کے تحت فضل الباری میں ہے:

اس سے ایک اور اہم مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ تبرک باثار الصالحین جائز ہے بدعت نہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا جس کو آپ نے اپنی آستین مبارک میں سی رکھا تھا۔ کوڑے کھانے کے وقت بھی اس کا خیال دامن گیر تھا کہ کہیں اپنے سے جدا نہ ہو جائے۔ کمافی طبقات الشافعیہ

(فضل الباری شرح بخاری، جلد ۲ صفحہ ۲۸۲، افادات مولانا شبیر احمد عثمانی)

حضرت امیر معاویہ وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج لحاجة فاتبعته باداوة فکسانی احد ثوبیه الذی کان علی جلده فخباته لهذا الیوم واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اظفاره وشعره ذات یوم فاخذته وخبأته لهذا الیوم فاذا انا مت فاجعل ذلك القمیص دون کفنی مما یلی جلدی وخذ

ذالك الشعر والاظفار فاجعله فی فمی وعلٰی

عینی ومواضع السجود منی فان نفع بشئی

فذاك والا فان اللّٰه غفور رحیم۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر علی ہامش الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۹)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہتا۔ ایک مرتبہ آپ قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے مشکیزہ لے کر چلا گیا۔ تو آپ نے اپنے جسد اطہر سے لگے ہوئے دو کپڑوں میں سے ایک مجھے عطا فرمایا۔ میں نے اسے آج کے دن کیلئے سنبھال کر رکھ لیا۔ ایک دن اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناخن اور بال مبارک تراشے تو میں نے ان کو بھی آج کے دن کے لئے محفوظ کرلیا۔ پس جب میرا انتقال ہو جائے تو اس قمیض کو میرے کفن کے نیچے میرے جسم کے ساتھ لگا دینا۔ ان بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ، آنکھوں اور مواضع سجود پر رکھ دینا۔ پس اگر کسی چیز نے نفع دیا تو وہ یہی بابرکت چیزیں ہوں گی۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاجزادی (حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) کو غسل

دیکر فارغ ہوئیں فالقٰی الینا حقوہٗ فقال اشعرنھا ایاہ تو آپ نے اپنا تہبند ہمیں دیا تا کہ ہم اس تہبند کو سب سے پہلے پہنائیں اور یہ ان کے جسم پر چمٹا رہے۔

(صحیح مسلم شریف جلد۱، صفحہ ۳۰۴، بخاری شریف جلد۱، صفحہ ۱۶۸)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

والحکمة فی اشعارها به تبریکها۔ ففیه التبرک باٰثار الصالحین ولباسهم۔ (نووی علی المسلم جلد۱، صفحہ ۳۰۴)

ترجمہ: اس تہبند کو شعار بنانے میں حکمت یہ تھی کہ سیدہ زینب کو اس سے برکت حاصل ہوتی رہے اور اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

ایک مشہور دیوبندی مناظر منظور سنبھلی صاحب نے اسی حدیث کی شرح میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر صاحبزادی کیلئے جس اہتمام سے اپنا تہبند مبارک دیا (اور بعض روایات میں تصریح ہے کہ جب آپ کو غسل مکمل ہو جانے کی اطلاع دی گئی اس وقت آپ نے اپنے جسم اقدس سے نکال کر وہ تہبند دیا) اور تاکید فرمائی کہ اس کو شعار (یعنی

سب سے اندر کا لباس) بنا دو۔ اس سے علماء کرام نے سمجھا کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کے لباس وغیرہ کا تبرک کے طور پر اس طرح کا استعمال درست ہے اور نفع کی امید ہے۔"

(معارف الحدیث جلد ۳، صفحہ ۴۷۰)

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی:

وددت یارسول اللّٰہ انک تأتینی فتصلی فی بیتی فاتخذہٗ مصلی قال فقال لہٗ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سأفعل ان شاء اللّٰہ۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری خواہش ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لا کر میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں۔ جس جگہ آپ نماز ادا فرمائیں گے میں اس جگہ کو نماز گاہ بناؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا میں ان شاء اللہ ایسے ہی کروں گا۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقصد کیلئے دوسرے روز ہی ان کے ہاں تشریف لے آئے۔

(بخاری شریف جلد ا، صفحہ ۷ باب المساجد فی البیوت)

مصنف کی دیگر تصانیف

وہابیت و بریلویت

شرک اور اسکی حقیقت

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بدعت اور اسکی حقیقت

اختیارات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کا نعرہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علم غیب

روئیداد مناظرہ راولپنڈی

مسئلہ حاضر و ناظر

ناشر

مکتبہ سعیدیہ رضویہ

جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

041-2658646,0300-7673260

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

وفیہ التبرک بالمواضع التی صلّٰی فیھا النبی ﷺ او وطئھا، ویستفاد منہ ان من دعی من الصالحین لیتبرک بہٖ انہٗ یجیب۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۲۲)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جس جگہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی یا آپ کے قدم مبارک لگے وہاں سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین میں سے اگر کسی کو برکت حاصل کرنے کیلئے بلایا جائے تو وہ صالح اس دعوت کو قبول کرلے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں جہاں جہاں سرکار دوعالم ﷺ نے نماز پڑھی وہیں پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے کو دیکھا کہ وہ بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی جگہوں پر نماز پڑھتے تھے۔

(بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۷۰، باب المساجد التی علی طرق المدینہ)

نیز بخاری شریف میں یہ بھی مذکور ہے:

وقد ابتنی ثم مسجد فلم یکن عبد اللّٰہ ابن عمر یصلی فی ذالک المسجد۔

اسی راستہ میں ایک اور مسجد تعمیر ہوگئی لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ وہاں سے کچھ آگے جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی وہاں نماز پڑھتے۔ (بخاری شریف جلد ا، صفحہ ۷۰)

غور فرمایئے! ساری روئے زمین مسلمانوں کیلئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ (بخاری شریف جلد ا، صفحہ ٦٢)

اس پر مزید یہ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں ایک مسجد بھی تعمیر کردی گئی لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز ادا نہیں فرماتے۔ بلکہ اس کے قریب ہی جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوئے تھے وہاں جا کر آپ نے نماز ادا فرمائی۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگتے ہیں وہاں سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ یہاں ایک سوال قائم کرکے

خود ہی اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں:

(فان قلت) قد جاء عن عمر بن الخطاب خلاف فعل ابنہ روی المغرور بن سوید کان عمر فی سفر فصلّٰی الغداۃ ثم اتی علیٰ مکان فجعل الناس یأتونہٗ ویقولون صلّٰی فیہ النبی ﷺ فقال عمر انما ہلک اہل الکتاب انہم اتبعوا اثار انبیاء لہم واتخذوھا کنائس وبیعا فمن عرضت لہٗ الصلوٰۃ فلیصل والا فلیمض۔

(قلت) ان عمر انما خشی ان یلتزم الناس الصلوٰۃ فی تلک المواضع حتی یشکل علیٰ من یأتی بعدھم فیریٰ ذالک واجبا و عبداللّٰہ بن عمر کان مأمونا من ذالک و کان یتبرک قبلک الاماکن وتشددہٗ فی الاتباع مشہور۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد۴ صفحہ ۲۶۹)

مشہور غیر مقلد علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

''حافظ نے کہا عبداللہ بن عمر ان مقاموں کو بطور تبرک

ڈھونڈتے اور وہاں نماز پڑھتے ان کا تشدد اتباع سنت میں مشغول ہے اور حضرت عمر نے ایسے مقاموں کے ڈھونڈنے سے اس لئے منع کیا کہ ایسا نہ ہو لوگ آگے چل کر اسی کو ضروری سمجھنے لگیں اور عتبان کی حدیث سے بھی یہ نکلتا ہے کہ صالحین کے آثار سے برکت لینا درست ہے۔"

یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے۔

(تیسیر الباری وترجمہ شرح صحیح بخاری جلد اصفحہ ۳۴۷)

یوں محسوس ہوتا ہے کہ صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے فرمان خداوندی واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی تھا کہ:

جہاں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم مبارک لگے وہاں نماز پڑھنے میں زیادہ اجر ہے۔

تو جہاں حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک لگے ہوں وہاں خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا کیا کہنا۔

ایک دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے ہاں آرام فرما تھے۔ ام سلیم گھر پر نہ تھیں۔ جب ام سلیم اپنے گھر آئیں تو دیکھا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک چمڑے کے بچھونے پر جمع

ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنا ڈبہ کھولا اور پسینہ پونچھ کر اپنی ڈبیوں میں بھرنے لگیں۔ جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو فرمایا:

ما تصنعین یا ام سلیم فقالت یا رسول اللّٰہ نرجوا برکتہٗ لصبیاننا قال اصبت۔

(صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۷، باب طیب عرقہ صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک)

ترجمہ: اے ام سلیم کیا کر رہی ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں امید ہے کہ اس پسینہ مبارک سے ہمارے بچوں کو برکت حاصل ہوگی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ٹھیک کہا۔

معلوم ہوا کہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرکار کے پسینہ مبارک سے بھی برکت حاصل کرتے تھے اور آقا علیہ السلام ملاحظہ فرما کر منع نہیں فرماتے تھے بلکہ فرماتے تم ٹھیک اور درست راستے پر ہو۔ بے شک یہی صراط مستقیم ہے اللہ ہمیں اسی پر ہی قائم رکھے۔ آمین

۵) طبرانی نے کبیر اور اوسط میں سند جید کے ساتھ اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے۔

حضرت عتبہ بن فرقد کی بیوی ام عاصم فرماتی ہیں کہ عتبہ کے

ہاں ہم چار عورتیں تھیں ہم میں سے ہر ایک عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتیں پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے وجود سے آتی وہ ہماری خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہوتی۔ اور جب وہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔

ایک دن ہم نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر پھنسیاں نمودار ہوئیں میں نے آپ کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کپڑے اتار دے، میں نے کپڑے اتار دیئے اور ستر چھپا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پشت اور میری پیٹھ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی اور میری بیماری بھی جاتی رہی۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۴)

۶) روی ابن عمر واضعا یدہٗ علی مقعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه۔

(شفاء شریف جلد ۲ صفحہ ۴۴)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف پر جہاں سرکار خود جلوہ گری فرمایا کرتے تھے اپنا ہاتھ رکھتے پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرہ پر پھیر لیتے تھے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

یمسح بہا تبرکا بموضع لمسہ۔

(شرح شفاء ملا علی قاری جلد۳ صفحہ ۴۳۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف برکت حاصل کرنے کیلئے اس جگہ پر ہاتھ پھیرتے جو جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر سے مس ہوئی تھی۔

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

ای مسحہ بہا تبرکا بمس ما مس جسدہ وثیابہٗ وھذا یدل علٰی جواز التبرک بالانبیاء والصالحین وآثارھم وما یتعلق بھم مالم یؤد الٰی فتنۃ او فساد عقیدۃ وعلٰی ھذا یحمل ماروی علٰی عمر رضی اللّٰہ عنہ من انہٗ قطع الشجرۃ التی وقعت تحتہا البیعۃ لئلا یفتتن الناس لقرب

عہد هم بالجاهلية فلا منافاة بينهما ولا عبرة بمن
انكر مثلهٔ من جهلة عصرنا۔

(نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

ترجمہ: یعنی جس جگہ پر سرکار کا جسد انور لگا یا سرکار کے مقدس کپڑے لگے تھے اس جگہ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف برکت حاصل کرنے کیلئے اپنا ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء وصالحین سے اوراوران کے آثار سے اور جس چیز کا بھی انبیاء وصالحین سے تعلق ہو جانے سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ لوگوں کا عقیدہ خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔(کہ لوگ انبیاء وصالحین سے متعلق چیزوں کی عبادت کرنے لگ جائیں) اور اسی بات پر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اس درخت کو کٹوادیا تھا۔ جس درخت کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ حضرت عمر نے یہ کام صرف اس لئے کئے تھا کہ لوگ ابھی تک زمانہ جاہلیت کے قریب ہی ہیں۔(جس میں لوگ درختوں، پتھروں، بتوں کو معبود مانتے تھے) کہیں لوگ اس درخت کو ہی معبود نہ مان لیں۔ پس ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافاۃ نہیں۔اور ہمارے

زمانہ کے جن چند جاہلوں نے صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنے سے انکار کیا ہے ان کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۷) عن ابی داؤد بن ابی صالح قال اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فقال اتدری ما تصنع فأقبل علیه فاذا هو ابو أیوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر۔ (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۵۱۵، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۲۲، مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۵، باب وضع الوجہ علی قبر سیدنا رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ: ابوداؤد بن ابی صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن مروان روضہ اطہر پر آیا تو دیکھا کہ ایک صاحب اپنا چہرہ قبر انور پر رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کررہے ہو ان صاحب نے جب اپنا چہرہ اٹھایا تو وہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں پتھر کے پاس نہیں آیا۔

امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں هذا حدیث صحیح الاسناد۔

مشہور نقاد اور امام ذہبی بھی فرماتے ہیں "صحیح"، تلخیص الذہبی جلد ۴ صفحہ ۵۱۵۔

محبوبان خدا سے نسبت کی وجہ سے ان کے مزارات بھی بابرکت ہو جاتے ہیں۔ فیض عطا فرماتے ہیں تبھی تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روضہ اطہر پر چہرہ رکھے ہوئے تھے۔

(ضروری نوٹ) سجدہ (ماتھا ٹیکنا) مزارات کو یا محبوبان خدا کو اگر عبادت کی نیت سے ہو تو شرک ہے اگر تعظیم کی نیت سے ہو تو حرام ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ماتھا نہ ٹیکا تھا چہرہ قبر انور پر رکھا تھا۔ ماتھا ٹیکنے اور چہرہ رکھنے میں فرق ہے۔ فافہم

لگے ہاتھوں قبور سے فیض ملنے کی مثالیں ملاحظہ فرماتے جائیے:

مولانا عبدالماجد دریا آبادی جو کہ تھانوی صاحب کے خلیفہ ہیں لکھتے ہیں:

عام لقب جو گنج بخش چلا ہوا ہے اس کی بابت روایت یہ ہے کہ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر آ کر حسب دستور صوفیہ چلہ کشی کی اور فیض و برکت سے مالا مال ہو کر جب رخصت

ہونے لگے تو مزار کے رخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا:

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نور خدا

کاملاں را پیر کامل ناقصاں را راہنما

(تصوف اسلام صفحہ ۳۶)

نیز لکھتے ہیں:

مخدوم کے مرتبہ کمال کا اعتراف سب کو رہا ہے خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ المشائخ گنج شکر دونوں سے متعلق روایت ہے کہ آپ کے مزار پر جا کر چلے کھینچے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات کے مکانات میں چلہ کشی کے نقوش ابھی تک محفوظ ہیں۔

(تصوف اسلام صفحہ ۳۷)

غور فرمائیے! یہ باتیں کوئی "بریلوی عاشق رسول" کی نہیں بلکہ ایک دیوبندی عالم بیان کر رہا ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف قبور سے فیض کا انکار نہیں کر سکیں گے۔

اشرف علی تھانوی نے اپنے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جمع کیے ہیں ان کا ملفوظ نمبر ۸۶ یوں

نقل کرتے ہیں:

''فرمایا اویسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی روح سے مستفیض ہوا ہو جیسے حضرت اویس قرنی زیارت جناب رسالت مآب سے معذور رہے۔ مگر آنحضرت سے فیضیاب ہوئے۔ اسی مناسبت سے اویسیہ اویس سے منسوب کیا گیا جیسا کہ حضرت حافظ روحانیت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوالحسن خرقانی روحانیت بایزید بسطامی قدس سرہ سے کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے فیضیاب ہوئے۔'' (امدادالمشتاق صفحہ ۶۴)

قبور سے فیض کی دو مثالیں اور ملاحظہ فرمایئے:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

انی لا تبرک بأبی حنیفة واجی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسألت اللہ تعالی عند قبرہ فتقضی سریعا۔

(فتاویٰ شامی جلد ا صفحہ ۴۱)

ترجمہ: بے شک میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے برکت حاصل کرتا ہوں

اور ان کی قبر پر حاضری دیتا ہوں۔ پس جب بھی مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں اور ابو حنیفہ کی قبر کے پاس اللہ سے سوال کرتا ہوں تو میری حاجت فوراً پوری ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی غالب بن جبریل سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق ان کو کفن میں لپیٹا اور نماز سے فارغ ہوئے:

ووضعناه فی حضرته فاح من تراب قبره رائحة طيبة كالمسك ودامت اياما وجعل الناس يختلفون الى القبر اياما يأخذون من ترابه الٰى ان جعلنا عليه خشبا مشبكا۔

ترجمہ: تو ان کی قبر سے مشک کی طرح خوشبو پھوٹی اور بہت دنوں تک یہ خوشبو باقی رہی یہاں تک کہ کتنے دنوں تک لوگ ان کی قبر کی مٹی لے جاتے تھے۔ آخر ہم نے ان کی قبر کے گرد لکڑی کا جال بنا دیا۔

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۹۳، تیسیر الباری از وحید الزمان غیر مقلد جلد ۱ صفحہ ۲۱)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

قسطلانی نے ارشاد الساری میں نقل کیا ابو علی حافظ سے انہوں

نے کہا کہ مجھ کو خبر دی ابوالفتح نصر بن الحسن سمرقندی نے جب وہ آئے ہمارے پاس ۴۶۴ھ میں کہ سمرقند میں ایک دفعہ بارش کا قحط ہوا لوگوں نے پانی کیلئے کئی بار دعا کی پر پانی نہ پڑا۔ آخر ایک نیک شخص آئے قاضی سمرقند کے پاس اور ان سے کہا کہ میں تمہیں ایک اچھی صلاح دینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا بیان کرو، وہ شخص بولے تم سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ سے دعا کرو۔ شاید اللہ جل جلالہٗ ہم کو پانی عطا فرمائے۔ یہ سن کر قاضی نے کہا کہ تمہاری رائے بہت خوب ہے اور قاضی سب لوگوں کو ساتھ لیکر امام بخاری کی قبر پر گیا اور لوگ وہاں روئے اور صاحب قبر کے وسیلہ سے پانی مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شدت کا پانی برسانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ شدت بارش سے سات روز تک لوگ خرتنگ سے نہ نکل سکے۔ (تیسیر الباری شرح صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۲۲)

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

وجربت استجابة الدعاء عند قبور الصالحين۔

ترجمہ: اولیاء اللہ کی قبور کے قریب دعا کی قبولیت کا کئی بار تجربہ کیا گیا ہے۔ (نزل الابرار صفحہ ۴۵)